بیگم اختر

محبّت کرنے والے کم نہ ہوں گے
تیری محفل میں لیکن ہم نہ ہوں گے

میں اپنی آپ بیتی میں جو کچھ لکھ رہی ہوں یا لکھوں گی وہ بے کم و کاست سچ ہے اور آئندہ بھی سچ کا دامن چھٹنے نہ پائے گا۔ میرے پرنانا ضلع فیض آباد کے ایک دیہات کے رہنے والے اور ذات کے برہمن تھے۔ ان کے کئی بچے ہوئے لیکن سب کے سب پیدا ہونے کی تھوڑی مدت کے اندر بہت کم سنی ہی میں مر جاتے تھے۔ چنانچہ میرے پرنانا اور پرنانی نے ایک تعزیے کے سامنے یہ منت مانی کہ اب اگر ہمارے کوئی اولاد ہوئی اور پانچ برس تک زندہ رہی تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ یہ منت ماننے کے بعد ان کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور پانچ برس کا بھی ہو گیا تو یہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے۔ لڑکے کا نام حسین بخش رکھ دیا گیا۔ اس لڑکے کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام امام بخش رکھا گیا۔ دو لڑکیاں بھی ہوئیں جن میں ایک کا نام حیدری اور دوسری کا نام گجراتن تجویز کیا گیا۔ حسین بخش کی آواز اچھی تھی، کسی نے مشورہ دیا کہ باقاعدہ موسیقی کی تعلیم حاصل کرو۔ انھوں نے اتر پردیش سے نکل کر مدھیہ پردیش میں کسی اُستاد کے شاگرد بن گئے اور بعد میں خود اُستاد بن گئے ان کے کئی شاگرد ہوئے ہیں۔ معاش کا سلسلہ بھی خاصا اچھا رہا پھر انھوں نے اپنے بھائی اور دونوں بہنوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ بہنیں چھپ چھپ کر ریاض کرتی تھیں کیونکہ انھیں حسین بخش نے منع کر رکھا تھا مگر ایک دن جب یہ راز فاش ہوا تو بھائی نے انھیں بھی موسیقی کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ مقامی تعلقدار کی مخصوص محفلوں میں یہ بہنیں گانے لگے۔ ان دنوں فیض آباد میں ایک قوال تھے جن کا نام تھا خیر اللہ۔ انھوں نے حیدری سے شادی کر لی۔ اُن سے جو لڑکی ہوئی اس کا نام مشتری رکھا گیا۔ یہ میری ماں تھیں۔ ان سے جڑواں لڑکیاں پیدا ہوئیں ایک کا تین سال کی عمر میں انتقال ہو گیا دوسری میں بچی اختری۔

گھر پر قرآن مجید اور اُردو پڑھی بعد میں ایک اسکول میں نام لکھا دیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اسکول جانا ترک کر دیا لیکن گھر ہی پر رفتہ رفتہ ابتدائی درجات تک انگریزی بھی سیکھ لی۔ اُردو سے دلچسپی شروع سے ہی رہی اور ماحول بھی ادبی ملتا رہا۔ بچپن ہی سے مجھے موسیقی کی تعلیم دی جانے لگی۔ استاد امداد خاں میرے پہلے استاد تھے۔ لیکن جب ان اُستاد نے مجھے شروع ہی میں ایک مشکل راگ سے تعلیم کی ابتداء کی تو میں گانے سے فطری رغبت رکھنے کے باوجود گھبرا گئی۔ اسی اثنا میں جب کہ میں نو دس برس کی تھی ایک رات ہمارے گھر میں آگ لگ گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ محلے ہی کے کچھ لوگوں نے جنھیں میری والدہ سے خدا واسطے کا بیر ہو گیا تھا، آگ لگا دی تھی۔ میری ماں اس آتش زنی کے واقعے سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انھوں نے ترکِ سکونت ہی میں عافیت جانی اور فیض آباد سے گیا (بہار) چلی آئیں۔ مگر محرم منانے کے لیے پورا گھر فیض آباد آ جایا کرتا تھا۔

کچھ عرصے تک اُستاد غلام محمد خاں سے موسیقی کی تعلیم حاصل کی لیکن بعد میں میری والدہ نے پٹیالہ والے اُستاد عطا محمد خاں (جن کا تعلق تان رس خاں کے گھرانے سے تھا) باقاعدہ تعلیم دینے پر رضامند کر لیا۔ میری آواز سدھارنے میں اُستاد عطا کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ والدہ نے گیا (بہار) کی بھی سکونت ترک کر دی۔ اور سب کو ساتھ لیکر کلکتہ چلی آئیں۔ اُستاد عطا محمد خاں لائیٹ کلاسیکل میوزک ٹھمری، دادرا اور غزل وغیرہ بدستور سکھاتے رہے۔

میں نے سب سے پہلے موسیقی کی جس محفل میں اپنا فن پیش کیا وہ اپنی طرز کا ایک انوکھا واقعہ تھا۔ پہلی دفعہ جب میں اسٹیج پر آئی تو بہار میں زلزلہ آیا تھا۔ یہ ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء کی بات ہے۔ یہ زلزلہ بڑا بھیانک تھا۔ سارے ملک میں تہلکہ مچ گیا تھا بہت تباہی پھیلی تھی۔ دراصل بہار

ریلیف فنڈ کے لئے کلکتہ میں ایک پروگرام منعقد کیا گیا۔ اس پروگرام میں شرکت کے لئے کلکتہ کے تمام بڑے فنکاروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ لیکن غالباً چیریٹی پروگرام ہونے اور معاوضہ نہ ملنے کے سبب کوئی آرٹسٹ نہیں آیا۔ آ گئی ساری مصیبت میرے سر آ پڑی۔ تمام ٹکٹ فروخت ہو چکے تھے۔ سامعین آ چکے تھے لیکن فنکار لاپتہ تھے۔ آخر میں منتظمین نے فیصلہ کیا کہ تنہا ہم اسٹیج پر جائیں۔ میں اس سے قبل کبھی اسٹیج پر نہیں گئی تھی۔ یہ سنکر تو میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میں بتا نہیں سکتی کہ اس وقت میری کیا کیفیت تھی۔ میں رونے لگی۔ لیکن اسٹیج پر جانا ہی تھا۔ اُستاد عطا محمد نے حوصلہ افزائی کی اور کہا "اللہ کا نام لیکر شروع ہو جاؤ۔" اس طرح اسٹیج پر پہلی مرتبہ آنے کے باوجود مسلسل ڈھائی گھنٹے تک سامعین مجھے سنتے رہے اور داد دیتے رہے۔ پہلی غزل جو میں نے سنائی اس کا مطلع ہے ؎

تو نے بُتِ ہرجائی کچھ ایسی ادا پائی
تکتا ہے تیری صورت ہر ایک تماشائی

میگا فون ریکارڈنگ کمپنی نے میرے کئی گانے ریکارڈ کئے۔ میری شہرت فلمی دنیا میں بھی پہنچ گئی۔ مدعو کیا گیا۔ اور ۱۹۳۳ء میں مَیں نے اس دُنیا میں داخل ہو کر متعدد فلمیں مثلاً ایک دن کی بادشاہت، ممتاز اور رُوپ وغیرہ میں خود کام کیا اور کئی فلموں مثلاً دل دیتی، احتجاج، نائی رنگ وغیرہ میں بیک گراؤنڈ میوزک دی۔ بہت بعد میں ستیہ جیت رے کی بنگلہ فلم "جلسہ گھر" میں بھی کام کیا۔ بہرحال فلمی دُنیا سے میرا تعلق زیادہ دنوں تک نہ رہا۔ اسکے بعد میں نے کیرانہ گھرانے کے اُستاد عبدالکریم خاں کے بھائی اُستاد عبدالوحید خاں سے پکے گانے دھرپد، خیال وغیرہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔ یہ تعلیم میرے بہت کام آئی لیکن میرا رجحان بدستور ہلکے شاستریہ سنگیت (لائیٹ کلاسیکل میوزک) ہی کی طرف رہا اور اسی میں میرا نام بھی ہوا۔ مختلف ریڈیو اسٹیشنوں پر مختلف طرزوں میں گانے گائے اور ان لوگوں نے اپنے یہاں ان ٹیپوں کو محفوظ بھی رکھا اور بار بار بجاتے بھی رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تقریباً چار سو گانے گراموفون کمپنیاں ریکارڈ کر چکی ہیں۔

فلمی دنیا ترک کرنے کے بعد میں نے کچھ مدت تک رامپور میں قیام کیا اور پھر وہاں سے آ کر غالباً ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ میں مستقل طور پر مقیم ہو گئی۔ ۱۹۳۶ء میں ضلع لکھنؤ کے ایک ممتاز خاندان کے ایک ممتاز فرد قاضی اشتیاق احمد عباسی بیرسٹر ایٹ لا سے شادی کر لی۔ یہ شادی بھی ایک اتفاقیہ بات ہے۔ ایک دن اشتیاق صاحب اُن کے ایک دوست کے گھر ملے، باتوں باتوں میں اُنھوں نے کہا کہ "آپ شادی کیوں نہیں کر لیتیں؟" میں نے کہا "ہم تو آپ ہی سے شادی کریں گے۔"

یہ بات مذاق بھی گئی۔ لیکن اس بارے میں مَیں سنجیدہ تھی۔ کچھ دن بعد ہماری شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد اپنے شوہر کی خاندانی روایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میں نے سنگیت کی محفلوں اور ریکارڈنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ پھر کچھ ہی زمانے کے بعد میرے شوہر کی اجازت سے مجھے ریڈیو اسٹیشن نے براڈکاسٹ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا اور پھر اپنے مداحوں کے اصرار سے مجبور ہو کر اپنے شوہر کی اجازت سے سنگیت محفلوں میں حصّہ لینا شروع کر دیا۔ آزادیٔ ہند کے بعد میں نے حکومت ہند کے سرکاری وفود کے ایک رکن یا غیر سرکاری وفود کے رکن کی حیثیت سے پاکستان، افغانستان، روس، مشرقی یوروپ اور نیپال کا دورہ کیا۔ افغانستان اور ازبکستان میں مَیں نے اُردو غزلوں کے علاوہ فارسی غزلیں گا کر حاضرین سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ میرے ذہن پر مذہب کا اثر بہت زیادہ رہا ہے۔ تین حج کر چکی ہوں۔ پہلا حج ۱۹۶۱ء میں کیا تو نماز روزے میں بڑی شدت پیدا ہو گئی خود بھی پنج وقتہ نماز اور قرآن پڑھا کرتی اور گھر بھر کو بھی ترغیب دیتی۔ گھر میں پہلی محرم سے تیجے تک

ایک کمرہ امام باڑے کے طور پر الگ ہوتا ہے۔ اس میں کثرت سے چاندی کے علَم ہیں۔ لیکن میں مذہب کے معاملے میں بڑی فراخ دل واقع ہوئی ہوں۔ میں ہر ایک مذہب کا احترام کرتی ہوں۔ ہر مذہب کے ماننے والوں سے یکساں سلوک کرتی ہوں۔ میرے شاگردوں میں ایک دو کو چھوڑ کر سبھی غیر مسلم ہیں۔ سبھی مجھے ماں سمجھتی ہیں۔ اور میں بھی سب کو اپنی بیٹیاں۔ اللہ نے مجھے دولت، شہرت، عزت سب کچھ دی لیکن اولاد سے محروم رکھا۔ میں نے اس کمی کو اس طرح پورا کیا کہ عباس صاحب کی بھانجی (عطیہ بانو شمع) کو اپنی بیٹی بنا لیا اور رشتے کی ایک بہن شمیم بانو کے بچوں کو اپنے بچوں کی طرح پالا۔ یہ سب کے سب مجھے امّی کہتے ہیں۔ اور مجھے سچ پوچھیے تو امّی کہلانے کا شوق ہے۔ سو اب یہ کمی بھی پوری ہو گئی ہے۔ ہندوستانی موسیقی کی ماہر فنکار کی حیثیت مجھے سنگیت ناٹک اکاڈمی نے ایوارڈ دیا۔ اور حکومت ہند نے پدم شری کے اعزاز سے نوازا۔

محبت کرنے والے کم نہ ہوں گے
تری محفل میں لیکن ہم نہ ہوں گے

SOLE DISTRIBUTORS

SAKAR PUBLISHERS PVT., LTD.
107-JOLLY BHAVAN NO. 1,
10 NEW MARINE LINES,
BOMBAY-400 020.

آپ بیتی نمبر
نگراں
کالیداس گپتا رضا
مدیر
صابر دت